احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

خطبہ نمبر 20

منگل 18 مئی 2004ء

روزنامہ ٹیلیفون نمبر 213029 C.P.L 29

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web:http://www.alfazal.com
Email:editoralfazl@hotmail.com

منگل 18 مئی 2004ء، 27 ربیع الاول 1425 ہجری - 18 ہجرت 1383 ہش جلد 54-89 نمبر 107

بخشش خدا کا اختیار ہے

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم فلاں آدمی کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس پر اللہ نے فرمایا کون ہے جو مجھ پر یہ پابندی لگائے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا۔ میں نے اسے بخش دیا اور جس شخص نے یہ کہا تھا اس کے اعمال ضائع کر دیئے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلہ باب النھی عن تقنیط الانسان حدیث نمبر 4753)

توبہ استغفار اور مغفرت کے مضمون کا پُر معارف بیان

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ کے سفر کی کامیابی کیلئے احباب دعائیں کرتے رہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 14۔ مئی 2004ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14 مئی 2004ء کو بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا:۔

حضور انور نے اپنے خطبہ میں آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود کی روشنی میں توبہ، استغفار اور مغفرت کے مضمون کو بیان فرمایا۔ یہ خطبہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا اور انگریزی عربی جرمن فرانسیسی اور بنگالی زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر کیا گیا۔

حضور انور نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ النساء کی آیت 111 کی تلاوت فرمائی اور اس کا یہ ترجمہ پیش فرمایا اور جو بھی کوئی برا فعل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔ حضور انور نے فرمایا انسان کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ غلطیوں، کوتاہیوں اور سستیوں کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتا ہے۔ اس بشری کمزوری اور فطری تقاضے کی زد میں ایک عام آدمی تو آتا ہی ہے لیکن نیک لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا وہ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہماری حفاظت فرما کہ ایسی بشری کمزوریاں ظہور پذیر نہ ہوں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جب نیک لوگ ہر وقت استغفار کرتے اور اپنے رب کی حفاظت میں رہنے کی دعا کرتے ہیں تو ایک عام آدمی کو جس سے روزانہ بکثرت غلطیاں سرزد ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں ان کے بداثرات سے بچنے کیلئے بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے اور ان کی بخشش کے سامان کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہے اور قرآن کریم میں بیسیوں جگہ مغفرت کے مضمون کا مختلف پیرایوں میں ذکر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تا کہ دن کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرے۔ اور دن کے وقت اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی گناہ کے محرکات اسے بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی (۔) کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ توبہ کی علامت کیا ہے۔ فرمایا ندامت اور پشیمانی توبہ کی علامت ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور ذکر الٰہی کی مجالس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہماری بیوت الذکر میں حدیث، ملفوظات کے درس ہوتے ہیں۔ اجتماعات ہوتے ہیں ان میں پہلے سے بڑھ کر حاضری ہونی چاہئے۔ جمعہ کا خطبہ ضرور سننا چاہئے ہمیں کیا معلوم کہ کس وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل کرنے والے ہو جائیں۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ استغفار ترقیات کی کلید اور عذاب الٰہی سے سپر کا کام دیتا ہے۔ سارا قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ ندامت اور توبہ اور ترک اصرار اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور ایک دم سے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھو ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ کہ اعمال۔ اے خدائے علیم و کریم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے تیرے آستانہ پر گر رہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ کل انشاء اللہ جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ کے سفر پر جا رہا ہوں وہاں اجتماعات اور جلسے ہیں۔ اس کے لئے احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ یورپ

احمدیہ ٹیلی ویژن کے Live پروگرام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ یورپ کے دوران احمدیہ ٹیلی ویژن پر درج ذیل پروگرامز پاکستانی وقت کے مطابق Live نشر کئے جائیں گے۔

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی

19 مئی 2004ء بروز بدھ

☆ پرچم کشائی اور افتتاحی خطاب
(جرمنی سے براہ راست) 8:00 بجے شب
نشر مکرر 20 مئی 1:40 بجے صبح
〃 20 مئی 7:00 بجے صبح
〃 20 مئی 2:50 بجے دن

21 مئی 2004ء بروز جمعۃ المبارک

☆ خطبہ جمعہ مع اختتامی خطاب
(جرمنی سے براہ راست) 4:30 بجے دن
نشر مکرر 8:00 بجے شب
〃 22 مئی 7:00 بجے صبح
〃 22 مئی 3:00 بجے دن

28 مئی 2004ء بروز جمعۃ المبارک

☆ خطبہ جمعہ (گروس گراؤ جرمنی سے براہ راست)
4:30 بجے دن
نشر مکرر 8:00 بجے شب
〃 29 مئی 7:00 بجے صبح
〃 29 مئی 3:00 بجے دوپہر

4 جون 2004ء بروز جمعۃ المبارک

خطبہ جمعہ و افتتاحی خطاب
(ہالینڈ سے براہ راست) 4:30 بجے دن
نشر مکرر: 8:00 بجے شب
〃 5 جون 7:25 بجے صبح
〃 5 جون 2:00 بجے دوپہر

6 جون 2004ء بروز اتوار

☆ اختتامی خطاب
(ہالینڈ سے براہ راست) 2:00 بجے دوپہر
نشر مکرر: 8:00 بجے شب
〃 7 جون 7:25 بجے صبح

(شعبہ سمعی بصری۔ نظارت اشاعت)

خطبہ جمعہ

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اصلاح اعمال کا قول سدید کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے

قول سدید کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں معاشرہ میں بڑی کثرت سے برائیاں پھیل جاتی ہیں

نصیحت کرنے والے اور جنہیں نصیحت کی جاتی ہے دونوں کے لئے قول سدید کی پابندی ضروری ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 / نومبر 1985ء بمقام بیت الفضل لندن کا متن

حضور نے سورہ احزاب کی آیت 72`71 کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ

''قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح عبادت اور دعوت الی اللہ کا صبر کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اسی طرح اصلاح اعمال کا بھی قول سدید کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ درحقیقت بہت سے انسانی خلق ہیں جو بعض خاص عوامل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ان کے تعلقات ہیں اور انسانی فطرت کے اندر ایک باقاعدہ نظم وضبط کے ساتھ کارفرما ہیں۔ ان میں اسی طرح ایک مربوط نظام نظر آتا ہے جس طرح ایک سائنسدان کو خدا تعالیٰ کی ظاہری کائنات میں ایک مربوط نظام نظر آتا ہے اور احکامات الٰہی کا بھی ان کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے جو اتفاقی نہیں بلکہ ایک گہرے نظم وضبط کے ساتھ قائم ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے زیادہ نظم وضبط کے ساتھ اس تعلق کو ظاہر کرنے کا حق قرآن کریم نے ادا کیا ہے۔ دوسری تمام الٰہی کتب کی نسبت قرآن کریم نے کائنات کے مخفی اسرار کو حیرت انگیز طریق پر روشن کیا جو پہلی قوموں کی نظر سے اوجھل تھے۔ پہلے مذاہب میں بھی ان کو اس طرح ابھار کر پیش نہیں کیا گیا جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ مثلاً یہی آیت جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں قول سدید کا جس طرح اعمال صالحہ کے ساتھ تعلق جوڑا گیا ہے میری نظر میں اور کوئی الٰہی کتاب ایسی نہیں جس نے قول سدید کو اس طرح اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑا ہو۔ چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ قول سدید کا اعمال صالحہ کے ساتھ اتنا گہرا تعلق ہے کہ اس تعلق کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں معاشرہ میں بڑی کثرت کے ساتھ برائیاں پھیل جاتی ہیں اور اس کا علم نہ ہونے کے نتیجہ میں سمجھ نہیں آتی کہ ان کا علاج کیسے کیا جائے اس کا تعلق نصیحت کرنے والے سے بھی ہے اور اس سے بھی جس کو نصیحت کی جاتی ہے۔

پس سب سے پہلے تو میں نصیحت کرنے والوں کو مخاطب کرتا ہوں اور ان کو سمجھاتا ہوں کہ جب تک تمہاری نصیحت میں قول سدید نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک تمہاری نصیحت اعمال صالحہ کی ترغیب دینے میں ناکام رہے گی اور اصلاح احوال میں ناکام رہے گی۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے (۔) اگر تم اعمال کی اصلاح چاہتے ہو تو پہلے صاف اور سیدھی بات کرنا تو سیکھو۔ باتوں میں پیچ رکھتے ہو۔ قول میں کجی پائی جاتی ہے۔ نیتیں کسی اور سمت میں رواں ہوتی ہیں۔ بات کسی اور سمت میں چل رہی ہوتی ہے۔ مقصد کوئی اور بیان کیا جاتا ہے اور بات کسی اور ڈھب سے کی جاتی ہے۔ بات میں بظاہر ملائمت ملتی ہے، نیک نیتوں کا ادعا بھی ہوتا ہے لیکن اس کے اندر ملمع کاری ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایسی چھریاں پوشیدہ ہوتی ہیں جو کاٹتی ہیں اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے سے اور بھی زیادہ متنفر کر کے دور ہٹا دیتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسا بالارادہ ہو بلکہ بسا اوقات بغیر ارادے کے یہ کام ہوتا چلا جاتا ہے اور لوگ محسوس نہیں کرتے کہ کسی معاشرہ پر کوئی نصیحت کیوں اثر انداز نہیں ہوتی۔ نیک لوگوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے جب کہ بدوں میں تو اتنی کھل کر پائی جاتی ہے کہ اس کے لئے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کے کارکن چونکہ خدا کے فضل سے عمومی طور پر تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں اس لئے میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض دفعہ وہ بھی لاعلمی میں اس کمزوری میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ مجھے چونکہ دنیا کے کونے کونے سے جماعت کے کارکن اپنی مشکلات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اور جو دقتیں ان کو پیش آتی ہیں ان سے مطلع رکھتے ہیں اس لئے مجھے آپ کے مقابل پر نسبتاً زیادہ سہولت حاصل ہے کہ میں اندازہ کر سکوں کہ ہماری جماعت میں کارکنان کس رنگ میں نصیحت کرتے ہیں اور کیسی کیسی مشکلات ان کو پیش آتی ہیں۔

پہلی مشکل جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خود ان کی ہی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ وہ بات کرتے ہیں تو اس میں بعض دفعہ پیچ رکھتے ہیں، بعض دفعہ سختی کرتے ہیں اور بعض دفعہ ان کی باتوں میں طعن پایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ نیکی کا مخفی تکبر ہوتا ہے مثلاً ایک کمزور انسان کو اس کی کمزوری پر مطلع کرتے وقت ایسا انداز پایا جاتا ہے جس سے گویا یہ جتانا مقصود ہوتا ہے کہ تم میں یہ بات پائی جاتی ہے مجھ میں نہیں۔ تم مالی قربانی اس رنگ میں پیش کرتے ہو میں اس رنگ میں پیش کرتا ہوں۔ میں خدمت دین کر رہا ہوں تم خدمت دین کرنے والوں کو ٹھکرانے والے ہو۔ تم مجھے گھر پر پھیرے ڈلواتے ہو حالانکہ میں خدا کی خاطر خدا کے نام پر یہ کام کرنے کے لئے تمہارے پاس آیا تھا۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو قول سدید سے ہٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں تو خدا کی خاطر تمہارے گھر کے پھیرے ڈالتا ہوں اور تم آگے سے یہ سلوک مجھ سے کر رہے ہو۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ ایک ٹیڑھی بات ہے۔ حقیقت حال پر اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا اصلاح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ایک گناہ گار کرنے والی بات ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم ایک دوسری جگہ یوں بیان کرتا ہے (۔) (الحجرات آیت :18) ان سے کہہ دے کہ مجھ پر اپنا اسلام نہ جتایا کرو۔ اگرچہ یہ دوسرا رخ ہے لیکن بنیادی طور پر کمزوری وہی ہے یعنی بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر بھی اپنا اسلام جتایا کرتے تھے۔ یہ بھی ایک ایسی کمزوری ہے کہ جب یہ حد سے زیادہ بڑھ جائے تو یہ بھی ایک بھیانک شکل اختیار کر لیتی ہے کہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ وہ خدا کی خاطر یہ یہ نیکیاں کرتے ہیں، رسول اللہؐ کی خاطر یہ یہ نیکیاں کرتے ہیں لیکن معاشرہ نے ان سے کیا سلوک کیا ہے ان کے حقوق ہیں جو ان کو نہیں دیئے جا رہے۔ غرض یہ اور اسی قسم کی کئی اور باتیں تھیں جو بعض .... عہد نبیؐ میں بھی کیا کرتے تھے اور خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ باتیں کیا کرتے تھے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں اتنی حیا تھی کہ اس قسم کی باتیں سننے کے باوجود بھی جواب نہیں دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے جواب دیا اور حکماً فرمایا کہ ایسے لوگوں کو بتا دو (۔) اگر تم نے اسلام قبول کیا ہے تو اپنی خاطر کیا ہے میری ذات پر تمہارا کوئی

پبلشر آغا سیف اللہ ' پرنٹر سلطان احمد ڈوگر مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دار النصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت تین روپے پچاس پیسے

احسان نہیں ہے، اگر تم خدا کی خاطر یہ کام کرتے ہو تو اپنی نیکیوں کا اجر خدا سے مانگو اسی پر تمہارا حق بنتا ہے مجھے یا میرے غلاموں کو آکر کیا بتاتے ہو کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا۔

پس یہ اسی بنیادی کمزوری کی بگڑی ہوئی صورت ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ایک آدمی جب گھر سے خدا کے نام پر یہ عہد کر کے نکلتا ہے کہ وہ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر جماعت کی خدمت کے لئے نکلا ہے، وہ اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے نام پر ایک نیک کام کے لئے اپنی جھولی پھیلا رہا ہے تو اس کو پھر ان سب باتوں کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس راہ میں اس کی دل شکنیاں بھی ہوں گی لیکن ہر دل شکنی اگر وہ خدا کی خاطر صبر سے قبول کرے تو یہ اس کا درجہ بڑھانے والی ہو گی۔ ہر دفعہ جب وہ کسی در سے لوٹایا جائے گا تو ایک ایک قدم پر خدا اسے اتنے ثواب عطا فرمائے گا کہ بعض لوگوں کی عمر بھر کی نیکیاں بھی اس طرح ثواب حاصل نہیں کر سکتیں۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نیتیں صاف اور بات سیدھی ہو۔ جب بھی کوئی انسان خدا کی خاطر نکلتا ہے تو قول سدید کی رو سے اس کا کسی پر کوئی احسان نہیں ہے۔ نہ جماعت پر اس کا کوئی احسان ہے نہ اس شخص پر کوئی احسان ہے جس سے وہ نیک توقع رکھ کر گھر سے نکلا ہے یا جس سے کوئی نیک بات کہنے کے لئے گھر سے نکلا ہے۔ جب انسان یہ اختیار کرے اور اپنے نفس کا پوری طرح تجزیہ کر کے اپنی نیتوں کو صاف کر کے گھر سے نکلے تو اس کے منہ سے کوئی کڑوی بات نکل ہی نہیں سکتی۔ جب بھی خدا کے نام پر اس کی مخالفت ہوگی، اس کے دل میں سرور کی ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگی ایک ایسی روحانی لذت پیدا ہوگی کہ باہر کی دنیا کا انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ سوچ رہا ہوگا کہ اس بیچارے کو کیا پتہ کہ اس وقت میرے اور میرے خدا کے درمیان کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں، اس بیچارے کو کیا پتہ کہ اس کا اپنی طرف سے مجھے دھتکارنا اس خدا کے حضور معزز کرتا چلا جا رہا ہے جو سب سے زیادہ پیارا آقا ہے۔ وہ جو کائنات کا مالک ہے اس کا قرب نصیب ہوتا ہے تو پھر یہ کونسا نقصان کا سودا ہے اللہ ہی کے ہاتھ میں سب عزتیں ہیں، اللہ ہی کے ہاتھ میں ذلتیں ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کے نام پر نکلے ہوئے انسان کو جب کوئی ذلیل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت بخشتا ہے، اسے زیادہ محبت اور پیار کی نظر دیکھتا ہے پھر اس کا کیا حق ہے کہ دوسرے پر احسان جتائے یا کوئی کڑوی بات اس سے کرے۔ ایک چیز دو سمتوں میں نہیں بیچی جاتی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ ایک چیز کسی اور شخص کو فروخت کر کے پھر کسی دوسرے سے بھی اس کے پیسے وصول کرنے کی کوشش کریں۔

پس قول سدید کا یہ تقاضا ہے کہ پہلے انسان یہ فیصلہ کرے کہ اس نے اپنی قیمت کس سے وصول کرنی ہے اپنے رب سے یا اس شخص سے جس کو محض خدا کی خاطر آپ کوئی نیک بات کہنے کے لئے نکلے ہیں۔ یہ صرف مالی امور سے تعلق رکھنے والی بات نہیں۔ یہ نمازوں کی نصیحت سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں عبادت سے متعلق صبر کی تلقین کی تھی۔ اس میں بھی یہی مسئلہ آپ کو پیش آئے گا۔ عبادت کے لئے آپ کہیں گے تو اگرچہ آپ اس سے کچھ مانگ بھی نہیں رہے لیکن پھر بھی بسا اقات بہت سی کڑوی باتیں سننے میں آئیں گی۔ اس وقت چاہئے کہ آپ اپنا دل گردہ مضبوط کریں اور صبر کا دامن نہ چھوڑیں کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے صبر کا عبادت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہمت نہیں ہارنی چاہئے اور صبر کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھنا چاہئے۔ بلکہ اپنے ذہن میں اس بات کو کھلے طور پر صاف کر لینا چاہئے کہ جس ذات کی خاطر آپ یہ کام کر رہے ہیں آپ کی نیکی کا سارا اجر اس سے ملنا ہے نہ جماعت پر کوئی احسان ہے، نہ اس شخص پر کوئی احسان ہے جسے آپ نصیحت کرتے ہیں۔ اس لئے اس پر اپنی نیکی کی برتری جتانا بھی ایک گناہ بن جاتا ہے۔ اگر آپ اس رنگ میں اس سے بات کریں کہ بے نمازی! خدا کا خوف نہیں کرتے، کیا مرداروں والی زندگی بسر کر رہے ہو تو اسے یہ بات بری لگے گی اور کوئی عجب نہیں کہ وہ غصہ میں آکر برا بھلا کہہ بیٹھے۔ ایسا بھی بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ لاہور میں ایک بزرگ ہوا کرتے تھے مرہم عیسیٰ صاحب وہ بہت دلچسپ باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی کسی سے نماز کے مسئلہ پر گفتگو ہوگئی۔ تو گفتگو کے دوران بحث جب تیز ہوگئی تو ایک نے دوسرے کو یہ کہا کہ تو ایسا بے نماز ہے کہ جب تک خدا تجھے یہ نہ کہے کہ اٹھ او سورا نماز پڑھ اس وقت تک تو نماز نہیں پڑھے گا۔ اب چونکہ ان صاحب کی عادت تھی سخت کلامی کرنے کی اس لئے انہوں نے اٹھ او سورا نماز پڑھ خدا کی طرف بھی منسوب کر دیا۔ ظاہر ہے ایسی نصیحتیں تو ردعمل پیدا کرتی ہیں۔ غصہ غصے کے بچے پیدا کرتا ہے۔ تلخ بات دل میں تلخی پیدا کرتی ہے اور اس نیکی سے بھی محروم کر دیتی ہے جو اس تلخ بات کے اندر لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ ایک بری چیز بھی اگر آپ خوبصورت کاغذ میں لپیٹ کر پیش کریں تو اس کے قبول ہونے کا زیادہ امکان ہے بہ نسبت اچھی چیز کے جسے برے کاغذ میں لپیٹ کر پیش کریں۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اچھی بات احسن طریق پر پیش ہونی چاہئے۔ خوبصورت بات خوبصورت رنگ میں پیش ہونی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نمازوں کی تلقین فرمائی ہے لیکن اس میں ایسا ورد پایا جاتا ہے اس تلقین میں ایسا پیار ہے اور صبر کے اظہار میں ایسا تسلسل ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کسی نے کامل حسن دیکھنا ہو تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں دیکھے۔ وہ لوگ جو دنیا میں ڈوبے ہوئے تھے آپؐ نے ان کو حیرت انگیز طور پر خدا والا بنا دیا، دیکھتے دیکھتے ان کی کایا پلٹ دی۔ پس نماز کی نصیحت کرنی ہو یا چندوں کی طرف بلانا ہو یا خدا کی خاطر قربانی کے لئے کوئی تحریک کرنی ہو یا جو بھی شکل ہو آپ اس میں قول سدید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے۔

سدید کے معنے سیدھی اور صاف ستھری بات کے ہوتے ہیں لیکن عملاً اس میں صرف سیدھا پن ہی نہیں پایا جاتا بلکہ سدید ایسی بات کو کہتے ہیں جو دوسری آلائشوں سے پاک ہو، اس میں کسی چیز کی آمیزش نہ پائی جاتی ہو۔ سیدھی سادی کھری بات جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو اس میں ایک بہت بڑی قوت پیدا ہو جاتی ہے، اس میں ایک عظمت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں غیر معمولی طور پر کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس دوسری بات یہ بنتی ہے کہ جن لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے ان کو بھی اگر قول سدید کی عادت نہ ہو تو وہ نصیحتوں کو دائیں بائیں اس طرح بکھیر دیتے ہیں جس طرح گتکے کے دو کھلاڑی مقابلہ کر رہے ہوں۔ ایک وار کرنے کی کوشش کرتا ہے دوسرا اس وار کو ٹال دیتا ہے کبھی پینترا بدل کر اور کبھی اپنے ڈنڈے سے روک کر۔ ہر ایک کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس پر وار نہ پڑے۔ پس نصیحت بھی صرف یکطرفہ کھیل نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جن کو نصیحت کی جاتی ہے وہ بھی گتکے کے بڑے بڑے کھلاڑی ہوتے ہیں ان میں بھی ٹیڑھی بات کرنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ فوری طور پر نفس کوئی بہانہ ڈھونڈتا ہے اور کوئی نہ کوئی عذر تلاش کر لیتا ہے۔ یہ عذر بعض دفعہ تلخی کا رنگ اختیار کر جاتے ہیں اور بعض دفعہ ملائمت کے رنگ میں عذر پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر دونوں صورتوں میں ٹیڑھا پن ہے ان میں کوئی سچائی نہیں ہوتی۔ جب یہ بات معاشرہ میں پیدا ہو جائے کہ نصیحت سننے والا فوراً بہانہ تلاش کرے اور کوئی عذر پیش کر دے تو یہ بات پھر وہیں تک نہیں رہتی اس کا اگلا قدم پھر وہ یہ اٹھاتے ہیں کہ جوابی حملہ کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کسی کو یہ نصیحت کرنے گیا ہے کہ آپ کی بیٹی پردہ نہیں کرتی جس سے احمدی معاشرہ پر برا اثر پڑتا ہے، آپ دیکھیں تو سہی احمدیت آج کل کس دور سے گزر رہی ہے لیکن اسی معاشرہ میں جس میں آپ بس رہے ہیں آپ کی بہو بیٹیاں غیر مردوں کے ساتھ خلا ملا کر رہی ہیں پارٹیوں پر جاتی ہیں جب کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قوم کو یہ بتائیں کہ ہم تم سے بہتر .... ہیں، .... اس کی بجائے جب بعض احمدی خواتین ان جیسا بننے کی کوشش کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ عزتیں اس میں ہیں کہ ان کو قدیم نہ سمجھا جائے وہ بھی دوسروں جیسی بن جائیں شاید اس سے معاشرہ کی تلخی کم ہو جائے تو کتنا برا اثر پڑتا ہے گویا آپ اپنے ہاتھ سے عملاً ایک جیتا ہوا میدان کھو دیتے ہیں۔ ایسے موقع پر کئی ڈھب سے یہ بات کی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ نہایت ہی لجاجت سے شرم و حیاء کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہماری بھی بہو بیٹیاں ہیں ہم آپ پر کوئی اعتراض کرنے نہیں آئے لیکن ایک چیز ہے جو ہمیں تکلیف دے رہی ہے۔ بعض لوگ کھل کر بات کرتے ہیں۔ لیکن تلخی بھی بیچ میں شامل کر لیتے ہیں۔ لیکن جواب دینے والوں کا حال بھی ان سے کم

نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ جب اس قسم کی نصیحت کی جاتی ہے تو جواباً یوں معلوم ہوتا ہے کہ ڈنڈا مارا گیا ہے۔ کہتے ہیں تمہاری بیٹی فلاں وقت فلاں جگہ دیکھی گئی تھی اس کی ہوش نہیں کرتے، تمہاری پھوپھی نے یہ کیا تمہاری ماں نے یہ کیا، تمہاری بہن نے یہ کیا اور آئے ہو مجھے نصیحت کرنے کے لئے۔ پس دونوں طرف سے ایک دنیوی مقابلہ تو شروع ہو جاتا ہے لیکن نیکی کے ساتھ نہ نصیحت کرنے والے کا تعلق رہتا ہے اور نہ نصیحت سننے والے کا تعلق رہتا ہے۔

اس سلسلہ میں دیکھنا یہ ہے کہ اگر بات حق ہے تو قول سدید کرنے والے کا ردعمل یہ ہوگا کہ وہ کہے گا کہ میں نے سن لیا ہے مجھے علم ہے یا مجھے علم نہیں تھا تو آپ نے بتا دیا، آپ بھی دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں اور یہ کہ ہم کوشش کرتے ہیں اور مشورہ کرتے ہیں کہ کسی طرح اس بچی کی اصلاح ہو جائے جو پردہ کی پابندی نہیں کرتی۔ یہ قول سدید ہے لیکن جو اطلاعات مجھے ملتی ہیں ان میں بدقسمتی سے اکثر صورتوں میں نصیحت کرنے والے نے کم عقلی سے کام لیا ہوتا ہے اور بات کو ٹیڑھا کر کے پیش کیا ہوتا ہے۔ دوسری طرف نصیحت سننے والا ایسا خوفناک ردعمل دکھاتا ہے کہ گویا اس کو نصیحت نہیں کی گئی بلکہ اس کی ذات پر حملہ کیا گیا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرہ اور برائیوں سے بھرنے لگتا ہے۔ طعن و تشنیع اور ایک دوسرے سے عناد پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور یہ خیال کر کے کہ اس شخص نے میرے متعلق یہ بات کہی ہے اور بھی باتیں کی ہوں گی اور اس طرح گویا مجھے معاشرہ میں بدنام کرتا ہے تو کیوں نہ میں بھی اس کے اندر کیڑے نکالوں میں بھی اس کی برائیاں لوگوں کو بتاؤں یہ کیسی عجیب نصیحت ہے جو معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کی بجائے اس میں مزید برائیاں بھرتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے نصیحت کرنے والے پر جہاں ضروری ہے کہ وہ بھی قول سدید سے کام لے وہاں نصیحت سننے والے کا بھی یہ کام ہے کہ غور کرے کہ آخر یہ شخص کیوں مجھے کہہ رہا ہے۔ اگر وہ یقین بھی رکھتا ہو کہ بدنیتی سے کہہ رہا ہے پھر بھی وہ غور کرے کہ بات سچی ہے یا نہیں۔ اگر بات سچی ہے تو بدنیتی سے کہی گئی ہو یا اچھی نیت سے کہی گئی ہو اس کے اپنے فائدے میں ہے اس لئے اس کو قبول کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحکمۃ ضالۃ المومن حکمت کی بات مومن کی گم شدہ اونٹنی کی طرح ہے وہ جہاں سے بھی ملے گی اسے قبول کرنا ہوگا اور قبول کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص یہ تو نہیں کہتا کہ یہ اونٹنی دشمن کی طرف سے مجھے ملی ہے یا یہ کہ تھی تو میری اونٹنی مگر دشمن نے دی ہے اس لئے میں نہیں لوں گا۔ پس نصیحت کی بات بھی حکمت کی بات ہے مومن کو اپنی سمجھ کر اسے قبول کرنا چاہئے۔

بدقسمتی سے یہ بیماری مستورات میں عموماً زیادہ پائی جاتی ہے لجنہ کی رپورٹوں میں اس قسم کی شکایات نسبتاً زیادہ ملتی ہیں اور دونوں طرف یہ بیماری بڑی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ نصیحت کرنے والیاں بھی عموماً کچھ نہ کچھ اینچ پینچ رکھ لیتی ہیں اور جن کو نصیحت کی جاتی ہے وہ بھی پھر آگے سے ویسا ہی ردعمل دکھاتی ہیں۔ مثلاً پردے کے سلسلہ میں رپورٹیں ملتی ہیں جن میں بعض خاندانوں کے متعلق یہ اطلاعات تکلیف دیتی ہیں کہ ان میں پہلے پردہ کیا جاتا تھا لیکن اب وہ سمجھتے ہیں کہ دیکھ بھال کی ضرورت نہیں اس لئے بے شک بے پردہ ہو جائیں۔ بعض بچیوں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ پردہ کرنے لگ گئی تھیں لیکن اب پھر پردہ سے باہر نکلنی شروع ہو گئی ہیں۔ اس میں تو میں سمجھتا ہوں کہ نصیحت کرنے والیوں کا بھی قصور ہے اور قول سدید سے ہٹنے کا ایک یہ منظر بھی وہاں نظر آتا ہے۔ قول سدید کی رو سے صرف اس کی طرف رخ رکھنا چاہئے جس تک بات پہنچانی مقصود ہو۔ مگر عورتیں قول سدید چھوڑ کر وہاں بات پہنچاتی ہیں جہاں پہنچانے کا تعلق ہی کوئی نہیں ہوتا۔ یعنی قول سدید کا ایک یہ معنی بھی ہے کہ تمہارا نشانہ سیدھا ہو۔ جس سے تعلق ہے اس تک بات پہنچاؤ۔ یہ مطلب تو نہیں کہ بے تعلق جگہوں تک بات پہنچانی شروع کر دو۔ اور نشانے پر مارنے کی بجائے ہر طرف تیر چلنے لگیں۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ مہینوں گزر جاتے ہیں اور ایک بدی جو بڑھ رہی ہوتی ہے اس تک پہنچ کر اسے ہمدردی کے ساتھ دور کرنے کے لئے کوئی نصیحت کرنے والا نہیں ملتا۔ اور اس طرح سارے معاشرہ میں یہ باتیں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں کہ دیکھو فلاں کی بیٹی ہے فلاں ہے اور فلاں ہے اور فلاں عہدیدار سے اس کی رشتہ داری ہے اور اس طرح بے حیائی کر رہی ہے اسے کوئی نہیں روکتا۔ نتیجۃً اس کا دہرا نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ گناہ ہو رہا ہوتا ہے۔ ایسی بات کرنے والے کو سوچنا چاہئے کہ اول تو جس مقصد کی خاطر نصیحت ہونی چاہئے یا تنقید ہونی چاہئے اس مقصد کا اس تنقید سے کوئی بھی تعلق نہیں رہتا دوم معاشرہ میں مایوسی پیدا ہوتی ہے اور فحشاء پھیلتی ہیں۔ لوگ یہ ظن کرنے لگتے ہیں کہ بعض عہدیدار دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں مگر اپنی بچیوں کو نصیحت نہیں کرتے، دوسروں کے متعلق باتیں کرتے ہیں اپنوں کی اصلاح کی کوئی فکر نہیں۔ یہ تبصرہ اگر درست بھی ہو تو جو برائی میں ملوث ہے نہ اس تک بات پہنچ رہی ہے اور نہ اس عہدہ دار تک پہنچ رہی ہے جس کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر جن تک یہ تبصرہ پہنچتا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاں پھر کھلی چھٹی ہے اگر بعض گھرانوں میں یہ ہوتا ہے کہ تو پھر یہ رواج اسی طرح چلے گی پھر ہم کیوں پردہ کریں۔ گویا کہ حسن کا نمونہ پکڑنے کی بجائے بدی کا نمونہ پکڑنے کا رجحان معاشرہ میں پھیلنے لگتا ہے۔ یہاں بھی چونکہ نصیحت قول سدید سے ہٹ گئی ہے اس لئے دیکھ لیجئے کہ اچھائی کی بجائے برائی پیدا کر دی گئی۔ معاشرہ سے خرابی دور کرنے کی بجائے اس میں ایک بدی کا اضافہ کر دیا گیا بلکہ کئی بدیوں کا اضافہ کر دیا گیا مثلاً غیبت ہے جو اپنی جگہ ایک الگ گناہ ہے۔

پس قول سدید کا نصیحت سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ کسی پہلو سے اور کسی صورت میں بھی آپ اس کو بھلا نہیں سکتے۔ اگر بھلائیں گے تو شدید نقصان پہنچے گا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جس شخص سے تعلق ہے اس تک بات پہنچائی جائے اور پہنچائی اس طریق پر جائے کہ وہ نصیحت کرنے والے کے متعلق یہ نہ سمجھے کہ وہ شریکے کا غصہ اتار رہا ہے یا کوئی اور بدلہ اتارا جا رہا ہے یا نیچا دکھایا جا رہا ہے۔ ایک دو تین چار پانچ جتنی دفعہ بھی ممکن ہو نصیحت کرنے والا اس کو ملے اور محبت اور پیار اور ادب کے ساتھ علیحدگی میں اس کو بتائے کہ تمہارے اندر یہ کمزوری ہے جو اچھی بات نہیں۔ اگر ہر ایک آدمی اس طرح کوشش کرے تو پھر دیکھیں کہ معاشرہ کی طرف سے کتنا عظیم دباؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے۔ جسے ہر طرف سے نصیحت مل رہی ہو اسے اپنی بدی کا کس طرح مزہ نہیں آتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بدی Enjoy کرنے (بدی کا لطف اٹھانے) کے لئے زیادہ دلچسپ ماحول میسر آتا ہے اگر معاشرہ کی طرف سے دخل اندازی نہ ہو۔ چنانچہ جن معاشروں میں بدیاں لذت میں خوب مگن ہو کر کی جاتی ہیں۔ اس معاشرہ کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے معاملات میں بالکل دخل نہیں دیتے، ایک دوسرے کو روکتے نہیں۔ چنانچہ جہاں جہاں اور جس جس معاشرہ میں بدی کی لذت پائی جاتی ہے وہاں یہ دوسرا پہلو بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔ یورپ آپ کے سامنے پڑا ہے، امریکہ آپ کے سامنے ہے بلکہ اب صرف یورپ اور امریکہ کا سوال نہیں رہا جن کو اس وقت پسماندہ اقوام کہا جاتا ہے ان میں بھی یہ بات پھیل گئی ہے کہ بدی کے مزے لوٹو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کوئی دوسرا اس میں دخل نہ دے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی کا کوئی حق ہی نہیں کہ وہ ان کے بارے میں کچھ کہے۔ کیوں اس بات کی احتیاط کی جاتی ہے؟ اس لئے کہ اس طرح ان کے واسطے بدی کا مزہ ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی دوسرا یہ کہنا شروع کر دے کہ آپ نے یہ کام نہیں کرنا۔ یہ کام نہیں کرنا تو آدمی بیزار ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ دفع کرو اس چیز کو۔ یہ بیزاری کا اظہار نتیجہ ہوتا ہے اس بات کا کہ ہر طرف سے لوگ یہ آواز اٹھا رہے ہوتے ہیں کہ دیکھیں آپ یہ کام نہ کریں، آپ یہ کام نہ کریں۔ چنانچہ جب قرآن کریم یہ کہتا ہے (۔) (الاعلیٰ آیت: 10) تو اس کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ کثرت کے ساتھ نصیحت کرو۔ ذَكِّرْ میں شدت پائی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر طرف سے نصیحت کی آواز اٹھنی چاہئے اور بڑے زور کے ساتھ اٹھنی چاہئے جب تم ایسا کرو گے تو لازماً اس کا اثر پڑے گا یہ ہو نہیں سکتا کہ معاشرہ میں ہر طرف سے آواز اٹھنی شروع ہو جائے اور وہ آواز بے اثر رہ جائے۔

غرض پردہ ہو یا کوئی دوسری نیکی ہو جس سے بعض طبقے محروم رہے جا رہے ہوں ان کو دوبارہ اس نیکی پر قائم کرنے کے لئے قول سدید کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آپ ایسے لوگوں کے

متعلق باتیں کرتے ہیں لیکن ان باتوں کو خود ان تک نہیں پہنچاتے۔ جن تک پہنچاتے ہیں ان کو بد بنانے کے لئے اور معاشرہ میں گند بھرنے کے لئے پہنچاتے ہیں۔ آپ نے محض اپنی زبان کے چسکے کے لئے بظاہر ایک نیکی کا کام پکڑا ہوا ہے جو سارے معاشرہ کو تباہ کر دے گا۔ ایسی صورت میں ستاری سے کام لینا چاہئے۔ بجائے اس کے کہ ایسے موقع پر فحشاء کی تشہیر کریں ستاری کی صفت اپنایا کریں۔ بجائے اس کے کسی کی بدی کھول کھول کر لوگوں میں بیان کرنا شروع کریں ستاری سے کام لیں۔ ستاری کا معنی یہ ہے کہ کسی کی بدی کو لوگوں سے چھپائیں اور خود اس شخص سے بھی جو بدی کا مرتکب ہو رہا ہے علیحدگی میں بات کریں اور درد دل کے ساتھ بات کریں اور بار بار کریں۔ وہ ناراض بھی ہو تو ہمدردی سے کہیں کہ دیکھیں ہمارا تو یہ کام ہے، ہمیں تو خدا نے اس کام پر مقرر فرمایا ہے، ہم تو آپ کو ضرور کہیں گے۔ لوگوں کے گھروں میں اس نیت سے جائیں گے تو ضرور کامیابی ہو گی۔ مثلاً ایک جاتا ہے، دوسرا جاتا ہے، ایک خاتون کسی خاتون کو سمجھا کر آتی ہے تو کوئی دوسری اس کے پاس چلی جاتی ہے۔ اس طرح جا جا کر بار بار کسی بی بی کو سمجھائیں کہ بی بی آپ نے یہ فعل کیا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے، آپ دیکھ نہیں رہیں کہ احمدیت پر کیا حالات گزر رہے ہیں، لوگ انگلیاں اٹھائیں گے، اور کچھ نہیں تو شماتت اعداء سے بچنے کی خاطر ہی آپ اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کریں۔ اس نیت سے اگر آپ علیحدگی میں چھپ چھپ کر سمجھائیں گی تو وہ کوئی منافقت نہیں ہو گی وہ تو ایک نیک ارادہ کی خاطر بدی پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ پس بدی کو دور کرنے کی نصیحت کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت تلاش کر کے اس کا ترجمہ بتانے کی ضرورت ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کی کوئی عبارت لے کر اس سے مرصع ہو کر نکلے اور اسے جا کر دوسرے کے سامنے پیش کر دیا۔ نصیحت کرنے کے کئی بڑے اچھے اچھے اور پیارے پیارے طریقے ہیں ان سب کو اختیار کیا جائے تو پھر رپورٹوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن پھر بھی اگر کسی کی رپورٹ کرنی پڑے تو طریق کار کے مطابق رپورٹ کی جائے گی۔ جماعت کے جس عہدیدار سے اس کا تعلق ہے اس کے پاس پہنچیں اسے بتائیں کہ ہم یہ یہ کوشش کر چکے ہیں، اب ہمارے بس کی بات نظر نہیں آتی، اب آپ کوشش کریں اور کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔ لیکن اس کی بجائے ہوتا یہ ہے کہ پہلے تو لوگ خود معاشرے کو گندہ کرتے ہیں اور پھر اچانک یہ توقع رکھتے ہیں کہ فوراً اس شخص کو کاٹ کر جماعت سے باہر پھینک دیا جائے۔ یہ ہمدردی ہے اور یہ رخ ہے تمہارے تقویٰ کا کہ جب تک عضو بیمار تھا اس کو صحت مند کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور جب کاٹنے کا وقت آیا ہے تو بڑی دلیری کے ساتھ تم کاٹ کر اس کو الگ پھینکنا چاہتے ہو۔ گویا کہ جماعت سے کاٹ کر الگ کرنا بڑا آسان کام ہے اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ تمہیں دوسروں سے کوئی سچی ہمدردی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ مومن کا حال تو ایک بدن کا حال ہے ایک انگلی کو بھی تکلیف ہو تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔ اگر معاشرہ کی کسی خرابی پر یہ بے چینی محسوس ہو تو اصلاح بآسانی ہو سکتی ہے۔ کبھی ہو نہیں سکتا کہ انگلی کو کوئی تکلیف ہو تو انسان کہے کہ کوئی بات نہیں Enjoy کرنا (لطف اٹھانا) شروع کر دے اور سمجھے کہ بڑا مزہ آ رہا ہے اور کہے اگر انگلی سمجھ سکتی تو اس کو طعنے بھی دیتا کہ دیکھ لیا تم نے کس مزے سے زندگی بسر کر رہی ہو تو نے یہ حرکت کی تھی اب تم اس کا دکھ اٹھا رہی ہو۔ یہاں تک کہ تکلیف بڑھنی شروع ہو جائے اور بڑھتی چلی جائے پھر وہ خوشی خوشی ڈاکٹر کے پاس جائے اور کہے کہ اس کو کاٹو اور پھینکو۔ یہ تو پاگل پن ہے اس کے سوا اس نظریے کو کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

پس بدن کی مثال دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معارف کا ایک اور مضمون بھی ہم پر کھول دیا اور اصلاح معاشرہ کے ضمن میں جو جو مخفی امور کارفرما ہیں۔ ان پر ایک اور جہت سے بھی روشنی ڈال دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم معاشرہ کی اصلاح کرنا چاہتے ہو دوسروں سے بھی وہی سلوک کرو جو اپنے بدن کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عضو سے کرتے ہو۔ مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جب قول سدید سے بات ہٹتی ہے تو پھر خرابیوں پر خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ نصیحت کی بات اصل نشانے پر نہیں لگتی بلکہ غلط نشانوں پر لگتی ہے۔ جس کو بچانا ہے اس کو بچانے کی بجائے بیمار اگر دوسروں کو مارنا شروع کر دے تو یہ تو وہی بات ہو گئی کہ بیمار تو ہو انگلی اور آپ کاٹ دیں ہاتھ یا بازو۔ اس پر تو وہی مثل صادق آئے گی جیسا کہ اردو میں محاورۃً کہا جاتا ہے ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ یعنی گھٹنے پر ماروں اور آنکھ پھوٹ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ نیت کسی اور چیز کی کروں اور نقصان کسی اور جگہ ظاہر ہو جائے۔ تو ایسی نصیحتیں تو پھر اس قسم کا اثر دکھاتی ہیں کہ جس جگہ بیمار حصے کی اصلاح مقصود ہو ایسی نصیحتیں اس کی تو اصلاح نہیں کر سکتیں اور جو صحت مند حصہ بیچارا بچا ہوا تھا اس کو بیمار کر دیتی ہیں۔

لین دین کے معاملات میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ **لین دین کے اکثر معاملات میں خرابیوں کی جڑ ٹیڑھی بات ہے۔ جب دو آدمی مل کر ایک بات کرتے ہیں یا لین دین کا کوئی معاملہ کرتے ہیں تو شروع میں ہی ٹیڑھی باتیں ہوتی ہیں اور ملمع کاری کی حرکتیں ہوتی ہیں جو آئندہ خرابیوں کی بنیاد ڈال دیتی ہیں اور جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر ایسے ہی مطالبے دونوں طرف سے شروع ہو جاتے ہیں کہ اب اس کو کاٹو اور پھینکو۔** کہتے ہیں یہ اچھا احمدی معاشرہ ہے جس میں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بسا اوقات خرابی دونوں طرف پائی جاتی ہے صرف ایک طرف نہیں ہوتی۔ ایک شخص دھوکا دے کر لالچ دیتا ہے اور دوسرا عمداً سمجھتے ہوئے کہ یہ طریق کار .... جائز نہیں ہے اس لالچ کو قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ لین دین کے بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں دونوں طرف ایسی خرابیاں موجود ہیں۔ ایک فریق اپنے آپ کو کلیتہً معصوم سمجھ رہا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہوتا۔

مثلاً کئی معاملات ہیں۔ ایک مثال میں کھول کر آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ تجارت کرو میں تمہیں پچیس فیصد یا چالیس فیصد سالانہ منافع دوں گا۔ اب ظاہر ہے کہ چالیس فیصد سالانہ دینا اور اس کا نام منافع رکھنا دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے جب Fixed profit ہو یعنی نفع معین ہو گیا تو اس کو نفع کہنے کا تو حق ہی کوئی باقی نہیں رہتا۔ اس کو تو .... اصطلاح میں سود کہا جاتا ہے۔ جب مدت معین ہو گئی، نقصان کا کوئی احتمال باقی نہیں چھوڑا، رقم معین ہو گئی اور منافع نام رکھ دیا تو اب کوئی دوسرا آدمی جان کر بھولا بن جائے اور منافع کہہ کر اس کو قبول کر لے اور بعد میں مقدمے لے کر جماعت کے پاس آئے کہ جی مجھ سے تو بڑا دھوکا ہو گیا ہے، وہ تو بڑا شریف آدمی بنتا تھا اور اس طرح میرا منافع کھا گیا ہے، ایسی صورت میں شکایت لے کر آنے والا تقویٰ سے کام نہیں لے رہا ہوتا، اس کو سوچنا چاہئے کہ تم نے منافع مقرر کیا اور سود خوری کی خاطر ایک بہانہ ڈھونڈا تھا اور تمہاری اس بدی سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ اگر تمہارے اندر تقویٰ ہوتا تو تم اسی وقت سمجھ جاتے کہ یہ معاملہ غلط ہے تم کہتے کہ یہ سود ہے میں ہرگز یہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر منافع ہوتا ہے تو منافع ہو گا اگر نقصان ہوتا ہے تو نقصان ہو گا، میں ایسے ذرائع اختیار کروں گا کہ میرا روپیہ تمہارے پاس محفوظ رہے۔ اب یہ چیز کہ ذرائع کو محفوظ کرنا اور عقل سے کام لینا اور ایسی ضمانتیں طلب کرنا کہ روپیہ نقصان میں نہ جائے یہ صورت تب ہی پیدا ہو سکتی ہے اگر انسانی نفس دھوکا نہ دے۔ مگر 25 فیصدی یا 40 فیصدی کی لالچ آدمی کو ایسا مغلوب کر دیتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر یہاں میں نے سودا بازی کی تو یہ پھر مجھے چھوڑ دے گا، یہ کسی اور کے پاس چلا جائے گا۔ اس لئے شروع میں ہی عمداً وہ خود اپنے نقصان کے اقدامات کر لیتا ہے اور اس بات کی ہمت نہیں پاتا کہ اس سے کھل کر ضمانتیں طلب کرے۔ چنانچہ جب یہ معاملہ آگے بڑھتا ہے تو چونکہ آغاز ہی بدی سے ہوتا ہے اس لئے لازماً اس معاملہ نے بدی پر منتج ہونا ہوتا ہے۔ اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو پھر دونوں فریق جماعت سے اپنے حق میں فیصلے چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی کے حق میں فیصلہ نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو یہ انصاف ہے غرض ہر وہ معاملہ جو قضاء میں پہنچتا ہے اس کی آپ چھان بین کریں گے اس کی تہہ تک اتریں گے تو وہاں آپ کو قول سدید سے ہٹنا دکھائی دے گا۔ ظاہر ہے جب کسی کا پہلا قدم قول سدید سے ہٹ جاتا ہے تو معاملہ کا رخ بدل جاتا ہے اور

مقصد گندا ہو جاتا ہے اس لئے اس کے اچھے نتائج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پس لین دین کے معاملات میں بھی قول سدید ضروری ہے۔ ایسے معاملہ کی چھان بین کر لینی چاہئے۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسی شکائتیں کم ہو گئی ہیں لیکن جتنی بھی ہیں وہ موجودہ حالات میں بہت زیادہ تکلیف دیتی ہیں۔ پہلے بھی تکلیف دیتی تھیں لیکن اب تو بہت ہی زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ کوئی دن ہیں احمدیوں کے لڑنے کے یا آپس میں بدمعاملگیاں کرنے کے۔

احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ آپس کے معاملات درست کریں۔ تقویٰ سے کام لیں۔ بعض نیکیاں بعض دنوں میں عام فائدہ دیتی ہیں مگر بعض دنوں میں بہت ہی زیادہ فائدہ دیتی ہیں۔ اسی طرح بعض بدیاں ہیں جو عام دنوں میں ایک نقصان رکھتی ہیں۔ لیکن بعض دنوں میں بہت ہی زیادہ نقصان رکھتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کی بعض بدیاں جو سبت کے دن وہ کرتے تھے وہ غیر معمولی طور پر خدا تعالیٰ کی نظر میں آئیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے بار بار ان کا ذکر کرکے بتایا کہ سبت کا دن یہودیوں کی خاص عبادت کا دن تھا اس کے باوجود اس میں وہ لوگ مختلف قسم کی بدیوں میں ملوث ہوتے تھے۔ اسی طرح بعض زمانے ہوتے ہیں وہ بھی یہی تقدس اختیار کر جاتے ہیں جیسے کسی زمانہ میں سبت کا تقدس تھا یا جمعہ کا تقدس ہے ان زمانوں میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ویسے عام حالات میں بھی معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھانا اور صاف ستھرا رکھنا ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن خاص حالات میں بدمعاملگیاں تو بہت ہی زیادہ تکلیف دہ صورت اختیار کر جاتی ہیں۔

پھر معاشرہ کے اندر جو دکھ پائے جاتے ہیں مثلاً میاں بیوی کے تعلقات میں یا بچوں اور ان کے والدین کے تعلقات میں کھچاؤ پائے جاتے ہیں وہ بھی اس لائق ہیں کہ ان کی طرف جماعت پوری توجہ دے۔ میرے پاس بہت سی شکایات آتی رہتی ہیں۔ بعض ماؤں کی طرف سے ہیں بعض باپوں کی طرف سے ہیں اپنے بچوں کے متعلق یا اپنی بہو بیٹیوں کے متعلق۔ اسی طرح برعکس معاملہ ہے یعنی بچوں کی طرف سے والدین کے متعلق شکائتیں ہیں۔ پھر بیوی کی خاوند کے خلاف شکایت ہے، خاوند کی بیوی کے خلاف شکایت ہے۔ اور ان سب معاملوں میں کچھ نہ کچھ کجی پائی جاتی ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب شادی کا معاملہ طے ہو رہا ہوتا ہے تو ساری خرابیوں کا بیج اس وقت بو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر شکائتوں میں یہ بات نظر آتی ہے کہ جب شادی ہوئی تھی تو ہمیں یہ بتایا گیا تھا اور اب یہ نکلا۔ کبھی بیوی یہ شکایت کرتی ہے، کبھی خاوند یہ شکایت کرتا ہے کہ فلاں بیماری ہم سے چھپائی گئی، اب جب یہ گھر آئی تو پتہ لگا کہ یہ اس بیماری میں مبتلا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کو میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی، میں کیا کر سکتا ہوں۔ بعض دفعہ بتایا جاتا ہے کہ شادی کے وقت کہا گیا تھا کہ مالی لحاظ سے یہ حیثیت رکھتا ہے اور بڑے سبز باغ دکھائے گئے تھے، جب ہم نے شادی کر لی تو پتہ چلا کہ بالکل برعکس قصہ ہے۔ چنانچہ ایسے معاملات میں **قول سدید سے ہٹنے کی وجہ سے بہت سے گھر دکھوں کا گہوارہ بن گئے ہیں۔**

اس کا نشانہ زیادہ تر بیچاری بچیاں بنتی ہیں۔ ان کی زندگی اس طرح کٹ رہی ہوتی ہے کہ ایک لڑکا یا لڑکی ہے اسی سے انہوں نے اپنی امیدیں وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں وہی ان کی زندگی کا سرمایہ ہوتا ہے وہی ان کی دلداری کا سہارا ہوتا ہے لیکن بچے کے باپ ہیں جو اس معاملہ میں بھی ان کو دکھ دینے سے باز نہیں آتے، وہ ان کو بچے کے ضمن میں مسلسل تکلیف دیتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بالکل صاف طور پر فرمایا ہے کہ والدین میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس کو اس کے بچے کی طرف سے تکلیف دی جائے۔ کیونکہ بچے کی طرف سے تکلیف ایک بہت ہی زیادہ گہرا زخم لگانے والی تکلیف ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض خاوند جو بیویوں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں وہ دوسری شادیاں بھی کر لیتے ہیں ان کی اولاد بھی ہو جاتی ہے لیکن بلاوجہ تنگ کرتے ہیں محض اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں قانون ہمیں حق دیتا ہے۔ وہ اصرار کرکے اور دکھ دہ حالات پیدا کرکے ماں سے بچوں کو علیحدہ کرتے ہیں۔ قانونی حق ایک الگ بات ہے، انسانیت اور تقویٰ اور شرافت اور حسن و احسان کا سلوک ایک الگ معاملہ ہے۔ جب قاضی کے سامنے یہ معاملہ جائے گا تو بعض دفعہ قاضی تو قانوناً یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوگا۔ لیکن صرف انصاف کا معاملہ تو سب کچھ نہیں ہے قرآن کریم انصاف پر کہاں ٹھہرتا ہے۔ قرآن کریم تو اس انصاف کے مضمون سے نکل کر حسن و احسان کے مضمون میں معاشرہ کو داخل کر دیتا ہے اور پھر حسن و احسان کے مضمون سے آگے قدم بڑھا کر ایتاء ذی القربیٰ کے مضمون میں معاشرہ کو داخل کر دیتا ہے۔ لیکن لوگ یہ ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔ وہ اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کا تو اپنا ایک مستقبل ہے، ان کے اپنے لئے دل لگانے کے سامان ہیں اور کئی ذرائع میسر ہیں لیکن اس بیچاری عورت کے پاس کچھ بھی نہیں رہا، اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جانا چاہئے۔ ہاں اگر یہ خطرہ ہو کہ ایسی عورت شریعت کے معاملہ میں باغیانہ رویہ رکھتی ہے، اولاد کا دین خراب ہو جائے گا۔ اولاد کا مستقبل تباہ ہو جائے گا تو پھر بالکل اور معاملہ ہے۔ لیکن بسا اوقات یہ خطرہ مدنظر نہیں ہوتا بلکہ محض ایک دشمنی اور انتقام کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور عورت کو دکھ دینے کا ارادہ ان چیزوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔

بظاہر صرف حق کی بحث ہو رہی ہوتی ہے لیکن حق کی بحث کرنے والوں کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ کیا خدا تعالیٰ کے حضور بھی حق کی بحثیں چلائیں گے؟ اگر حق مانگیں گے تو آپ کے پلے کچھ بھی نہیں رہے گا، احسان مانگیں گے تو پھر آپ کی بخشش کی توقع ہو سکتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے مقابل پر تو کسی کا حق نہیں ٹھہر سکتا۔ جو کچھ اس نے دیا ہے وہ اتنا زیادہ ہے اور جو کچھ اس کے لوازمات ہیں آپ کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کو ادا کر سکیں۔ خدا کی دین کے نتیجہ میں جو حقوق آپ پر عائد ہوتے ہیں ان کا ہزارواں لاکھواں حصہ بھی آپ ادا نہیں کر سکتے۔ پس اگر اس طرح انصاف کی بات چلاتے ہیں تو خدا کے سامنے بھی انصاف کی توقع لے کر جائیں پھر خدا کے ہاں حسن و احسان کا معاملہ بھول جائیں۔ احمدی معاشرہ محض انصاف پر قائم نہیں ہو سکتا۔ انصاف تو پہلا قدم ہے یعنی پہلے معاشرہ کو انصاف سے بھریں، پھر اگلے قدم اٹھائیں اور حسن و احسان سے اسے بھر دیں، پھر ایتاء ذی القربیٰ کا مضمون اس میں پیدا کریں، اس سے احمدیت کو سجائیں، پھر ان قوموں کا استقبال کریں جن کو آپ .... بنا رہے ہیں۔ ان چیزوں سے عاری معاشرہ ہو اور دعوت عام ہو کہ ہماری طرف آؤ یہ تو نہایت ہی بیوقوفوں والی بات ہوگی، دنیا سے دھوکا کرنے والی بات ہوگی۔ وہ کیوں آپ کی طرف آئیں ....

ان ساری برائیوں کا جن کا میں نے ذکر کیا ہے سدباب کرنا بحیثیت مجموعی جماعت احمدیہ کا کام ہے، آپ میں سے ہر فرد بشر کا کام ہے، اس لئے **قول سدید کا دامن پکڑ لیں۔ جب بھی آپ کوئی بات کرنے لگیں گے تو اپنے نفس کا تجزیہ بھی کیا کریں کہ میں یہ بات کیوں کہہ رہا ہوں۔ اگر تقویٰ کے ساتھ اپنا تجزیہ کریں گے تو بسا اوقات آپ یہ بات محسوس کر لیں گے کہ آپ کی بات میں کوئی کجی تھی اور بسا اوقات آپ فیصلہ کر لیں گے کہ نہیں!** چھوڑ ہی دو اس بات کو، مزہ نہیں آیا اس بات میں .... پھر جب آپ سے کوئی مخالفانہ بات کہی جائے تو اس کے برعکس مخالف پر حسن ظن رکھیں اور اپنے اوپر بدظنی کریں یہ سمجھتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے کہ مجھے پتہ نہ ہو، ہو سکتا ہے میری برائیاں مجھ میں چھپی ہوئی ہوں اور میں تلاش کروں اور کریدوں تو وہ نکل آئیں، اس لئے نصیحت کرنے والے کا میں نے شکریہ ادا کرنا ہے، اس کے خلاف میں نے کوئی بات نہیں کرنی۔ یہ رجحان پیدا کریں۔ بسا اوقات آپ یہ معلوم کرکے حیران ہوں گے کہ انسان کے اندر برائیاں ہوتی ہیں لیکن اسے بے وجہ دفاع کرنے کی ایسی گندی عادت پڑ جاتی ہے جو بالآخر اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ وہ اپنے اندر برائی رکھتے ہوئے بھی پہلا ردعمل یہ دکھاتا ہے کہ نصیحت کرنے والے کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ نہیں اس نے میرے متعلق یہ خواہ مخواہ بات کی ہے، مجھ میں تو ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ پس معاشرہ کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ کو اپنی حکمت عملی کو تیز کرنا پڑے گا تجزیے کی طاقتوں کو صیقل کرنا پڑے گا اور تقویٰ اختیار کرنا پڑے گا۔

اس ضمن میں جو آخری بات یاد رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ **خالی قول سدید کوئی چیز نہیں جب تک تقویٰ کے ساتھ اس کا پیوند نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ قول سدید کے نام پر یہ جتنی باتیں میں نے کہی ہیں یہ تقویٰ کے ساتھ تعلق رکھیں تو اصلاح معاشرہ ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔** چنانچہ آپ یہ معلوم کر کے تعجب کریں گے کہ وہ قومیں جن میں بہت بدیاں پھیلی ہوئی ہیں مثلاً شمالی یورپ ہے اس میں قول سدید کا معیار ہماری قوموں کی نسبت بہت اونچا ہے۔ انگلستان میں بھی، جرمنی میں بھی۔ سکنڈے نیوین ممالک میں بھی قول سدید کا معیار اکثر مشرقی قوموں کی نسبت بہت اونچا ہے لیکن برائیاں پھر بھی موجود ہیں۔ پس یہ آخری بات ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ قول سدید فی ذاتہ برائیاں دور کرنے کا اہل نہیں ہوتا جب تک اس کا تقویٰ کے ساتھ پیوند نہ ہو۔ یہ وہ ہتھیار ہے کہ جب تقویٰ کے ہاتھوں میں آتا ہے تو پھر یہ برائیوں کی جڑیں کاٹتا ہے اور حسن کو ابھارتا ہے۔ اور اگر یہ تقویٰ کے ہاتھ میں نہ ہو تو پھر برائیوں کے اضافہ کا بھی موجب بن جایا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں قول سدید کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ تم اپنے کام سے کام رکھو میں اپنے کام سے کام رکھوں یہ برائی مجھے اچھی لگتی ہے میرا حق ہے میں اختیار کروں۔ یعنی قول سدید رفتہ رفتہ بے حیائی کے لئے استعمال ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں ٹھیک ہے سارے کرتے ہیں میں بھی کروں گا تو کوئی بات نہیں۔ اس طرح جب شیطانی قوتوں کے ہاتھ میں قول سدید عجیب عجیب شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔ تو پھر حیرت انگیز طور پر یہ حسین ہتھیار برے نتائج پیدا کرنے لگ جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب کھیتوں کی نلائی کی جاتی ہے تو ایک اچھا زمیندار اسی ہتھیار سے اچھی نلائی کر دیتا ہے اور ایک ناواقف نہ صرف یہ کہ ان پودوں کو جن کی حفاظت کرنا مقصود ہے کاٹ ڈالتا ہے اور گندی جڑی بوٹیوں کو رہنے دیتا ہے بلکہ بعض دفعہ اپنے پاؤں بھی کاٹ لیتا ہے۔

پس قول سدید کا خدا تعالیٰ نے تقویٰ سے پیوند رکھا ہے اور تقویٰ کی شرط کے ساتھ اس کو ذریعہ اصلاح بنایا ہے جیسا کہ فرمایا (۔) اے لوگو! جو تقویٰ اختیار کرتے ہو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اگر قول سدید کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں پکڑ لو گے تو عظیم الشان نتائج پیدا ہوں گے۔ (۔) خدا تعالیٰ اس کے نتیجہ میں تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا۔ (۔) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور چونکہ تقویٰ کا مضمون یہ بتاتا ہے کہ ہر بات جو سیدھی کی جاتی ہے وہ اللہ کی خاطر کی جاتی ہے اسی لئے میں نے اپنے مضمون کا آغاز اسی بات سے ہی کیا تھا کہ نیتوں کو قول سدید سے ہم آہنگ کرو اور ساری نیتیں خدا کی طرف لے جاؤ یعنی نیتوں کا پیوند خدا کے حضور خدا کے قدموں سے ہو۔ یہی مضمون ہے جسے قرآن کریم اس آیت میں بیان کر رہا ہے کہ اے وہ لوگو! جو تقویٰ رکھتے ہو اور جن کی ہر بات خدا کی خاطر ہوتی ہے اور ڈرتے ہو کہ خدا ناراض نہ ہو جائے، تم اگر قول سدید اختیار کرو گے تو تم دیکھو گے کہ معاشرہ میں عظیم الشان نتائج پیدا ہو رہے ہیں لیکن وہ تم نہیں پیدا کر رہے ہو گے۔ **یصلح لکم اعمالکم** خدا تمہارے اعمال کی اصلاح کر رہا ہو گا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے ایک اور نکتہ بھی ہم پر کھول دیا کہ خدا کے نام پر تقویٰ اختیار کر کے جو لوگ اصلاح کی کوشش کرتے ہیں ان کے ذہن میں کہیں دور کا بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ہم نے یہ بات کر دی ہے، ہماری کوششوں سے یہ عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوئیں، ان کو یہی دکھائی دیتا ہے **یصلح لکم اعمالکم** کہ اللہ ہی ہے جو اصلاح کر رہا ہے اور چونکہ ان کی انکساری اس مقام پر پہنچی ہوتی ہے اس لئے امر واقعہ بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ براہ راست اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ ان کے ہر فعل میں برکت پڑے ان کی ہر نصیحت نیک اثر دکھائے اور اس طرح گویا خدا تعالیٰ خود معاشرہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھا لیتا ہے۔

چنانچہ اس چھوٹی سی آیت میں اس عظیم الشان مضمون کو بڑی عمدگی سے بیان فرما دیا کہ اے متقیو! تم قول سدید سے کام لو۔ قول سدید کا ہتھیار تم اٹھا لو اور پھل دینے کا وعدہ ہم کرتے ہیں (۔) لیکن (۔) ایک حصہ پھر بھی باقی رہ جاتا ہے یعنی گزشتہ بدیوں اور کمزوریوں کا نقصان ان کی سزا تو پھر بھی بہر حال ملنی چاہئے۔ لیکن انسان کے بس میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ اگر وہ کوشش کر کے معاشرہ کی اصلاح کر دے تو آئندہ کے لئے معاشرہ بچ جائے لیکن گزشتہ کمزوریوں کے بدنتائج سے پھر بھی وہ قوم کو بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو آگے بڑھایا اور فرمایا میں صرف تمہاری نیکی کے نتیجہ میں، تمہارے صاف قول کے نتیجہ میں تمہارے تقویٰ کی وجہ سے صرف اصلاح کا وعدہ نہیں کرتا بلکہ میں تم سے احسان کا سلوک کروں گا صرف عدل کا سلوک نہیں کروں گا، بلکہ **یغفر لکم ذنوبکم** خدا تعالیٰ تمہارے گزشتہ گناہ بھی بخش دے گا، تمہاری گزشتہ کمزوریوں کو بھی دور فرما دے گا۔ اور پھر مزید یہ خوشخبری بھی دی (۔) اور اگر تم اسی طرح خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے چلے جاؤ گے تو اتنی عظیم الشان ترقیات اور اتنی عظیم الشان کامیابیاں تمہارے مقدر میں ہیں کہ ان کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے، تمہاری نظریں کوتاہ ہیں وہ ان کی عظمت کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت معاشرتی خرابیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ کرے گی۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ کام تقویٰ کے ساتھ محض اللہ کو راضی کرنے کی خاطر شروع کریں۔ اس کا نہ افراد پر احسان رکھیں نہ جماعت پر بلکہ محض اپنی ذات پر احسان کرتے ہوئے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ کام شروع کریں۔ اور یاد رکھیں کہ یہ محض تنظیموں کا کام نہیں ہے۔ یہ کام تو ہر فرد بشر کو کرنا پڑے گا، ہر مرد کو کرنا پڑے گا، ہر عورت کو کرنا پڑے گا اور ہر بچے کو بھی جہاں تک اس کے بس میں ہے کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل کی بندش کے دوران حضور کا یہ خطبہ جمعہ ضمیمہ ماھنامہ مصباح اور ضمیمہ ماھنامہ تحریک جدید نومبر 1985ء میں شائع ہوا تھا۔ الفضل میں یہ خطبہ پہلی بار شائع ہو رہا ہے)

دھوکے باز کمپنیوں / افراد سے ہوشیار رہیں

عوام الناس کیلئے انتباہ

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ غیر قانونی فاریکس / بروکریج بزنس کے علاوہ حال ہی میں عاقبت نااندیش عناصر نے ملٹی لیول مارکیٹنگ اور سٹہ اسکیموں کے ذریعہ عوام کو لوٹنے کے دیگر حربے شروع کر دیئے ہیں۔ ملٹی لیول مارکیٹنگ اور سٹہ اسکیمیں اس طرح ترتیب دی گئی ہیں جن میں نئے کسٹمرز کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایک جیومیٹریکل تسلسل میں ممبران کی کچھ مزید تعداد لائیں۔ ممبرشپ کا عمل جاری رہتا ہے اور انتہا پر پہنچ جاتا ہے جس کے بعد نئے ممبران کی آمد رک جاتی ہے جس کے نتیجہ میں پورا اسٹرکچر ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ سٹہ کے شروع میں چند لوگ تو رقم بنا لیتے ہیں لیکن باقی ماندہ اپنے داؤ کی رقم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

لہٰذا عوام الناس کو خبردار کیا جاتا ہے کہ وہ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا یا بذریعہ مارکیٹنگ ایگزیکٹوز ایسے نفع بخش کاروبار، اندرونی کرنسی کے کاروبار کے بدلے میں بہت زیادہ منافع کے وعدوں، فاریکس ٹریڈنگ اور ملٹی لیول مارکیٹنگ کے جاری کردہ اشتہارات کے ذریعہ گمراہ نہ ہوں۔ ایسا کاروبار کرنے والوں سے تھوڑے عرصہ کیلئے منافع ہوتا ہے لیکن وہ عوام سے بھاری رقوم لینے کے بعد فرار ہو جاتے ہیں۔

یہ بات لازماً نوٹ فرمالیں کہ کوئی بھی شخص اشتہارات کے ذریعہ عوام الناس سے رقومات جمع اور انہیں قبول یا قرضہ جات دینے کی پیشکش نہیں کر سکتا تاوقتیکہ وہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان / سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کی طرف سے قانون کے تحت باقاعدہ طور پر ایسا کرنے کا مجاز نہ ہو۔

چنانچہ عوام الناس کو ان کے اپنے مفاد میں ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ایسے دھوکے باز اور غیر مجاز اداروں یا افراد کے ساتھ کسی بھی قسم کی سرمایہ کاری کرتے وقت محتاط رہیں۔

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان

(روزنامہ جنگ مورخہ 28 / اپریل 2004ء) (مرسلہ: نظارت امور عامہ)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

درخواست دعا

☆ مکرم مظفر احمد بلال ڈوگر صاحب مربی سلسلہ M.T.A نظارت اشاعت ربوہ لکھتے ہیں۔ خاکسار کا بھانجا مکرم احمد بلال باجوہ بعمر 18 سال ولد مکرم منیر احمد جاوید باجوہ آف لاہور حال مقیم کینیڈا بوجہ برین ٹیومر بیمار ہے اور ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا ہے احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معجزانہ شفا کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆ مکرم عبدالحکیم خان صاحب ابن مکرم چوہدری عبدالکریم خان صاحب کاٹھ گڑھی مرحوم مربی سلسلہ مورخہ 15 رمئی 2004ء کو لاہور کے ایک اخبار کے پریس میں کام کے دوران بھاری رولر گر جانے کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے ہیں۔ ران میں فریکچر ہوا ہے جس کا سرگنگا رام ہسپتال میں آپریشن متوقع ہے نیز خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری بھی بہت ہے احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ معجزانہ شفاء عطا فرمائے۔ ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔

ولادت

☆ مکرم عبدالصمد خرم صاحب دارالعلوم غربی صادق ربوہ لکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کی ہمشیرہ مکرمہ عطیہ ظفر صاحبہ و مکرم ظفر احمد صاحب لنڈن کو مورخہ 28 راپریل 2004ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عالیہ ظفر عطا فرمایا ہے بچی وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے، بچی مکرم منیر احمد صاحب فیکٹری ایریا ربوہ کی پوتی اور مکرم عبدالغفور نسیم صاحب (کامران شوز گولبازار ربوہ) کی نواسی ہے بچی کی صحت وعمر میں برکت نیک خادم دین اور قرۃ العین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ربوہ میں طلوع و غروب 18 مئی 2004ء

طلوع فجر	3:33
طلوع آفتاب	5:07
زوال آفتاب	12:05
وقت عصر	4:57
غروب آفتاب	7:02
وقت عشاء	8:38

اکسیر بواسیر
خونی بواسیر کی مفید مجرب دوا
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
PH: 04524-213433, FAX: 213966

AL-HAMEED JEWELLERS
Link Railway Road,
Dar-ul-Rehmat, east Rabwah
Tel:0092-4524-214220

نسیم جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ
فون دوکان 212837 رہائش: 214321

New BALENO
...New look, better comfort
SUZUKI

کار لیزنگ کی سہولت موجود ہے
BALENO
Sunday open Friday closed
Under supervision of Qualified Engineers
MINI MOTORS
54-Industrial Area, Gulberg III, Lahore
Tel:5712119-5873384

البشیرز۔ اب اور بھی سٹائلش ڈیزائننگ کے ساتھ
پیج جیولرز اینڈ بوتیک
ریلوے روڈ گلی نمبر 1 ربوہ
پروپرائٹرز: ایم بشیر الحق اینڈ سنز
چوکی شوروم فون 04524-214510 ربوہ 04942-423173

خان نیم پلیٹس
سکرین پرنٹنگ، شیلڈز، گرافک ڈیزائننگ
ویکم فارمنگ، بلسٹر پیکنگ، فوٹو ID کارڈز
ٹاؤن شپ لاہور فون: 5150882-5123862
Email:knp_pk@yahoo.com

AL-FAZAL JEWELLERS
YADGAR CHOWK RABWAH
PH:04524-213649

خاموش قاتل
ہیپاٹائٹس بی، سی
لاعلاج مرض
مگر اب
قابل علاج مرض ہے
امراض جگر۔ معدہ۔ آنت۔ گردہ اور مثانہ
حاد اور مزمن امراض کے علاج کا
معیاری اور جدید مرکز
وقف نو کے تمام بچوں کیلئے تمام سہولیات فری ہیں ہر قسم کی معلومات کیلئے رابطہ کریں
ہیپا کیئر سنٹر
شان پلازہ، بالمقابل P.S.O پٹرول پمپ
سانده روڈ۔ لاہور 042-7113148
اوقات کار صبح 9:00 بجے تا رات 9:00 بجے

انگلینڈ کے بعد الحمدللہ لاہور میں نئی برانچ کے افتتاح کی خوشی میں احمدی بہن بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت
دلہن جیولرز
ہمارے ہاں 22 قیراط گارنٹی شدہ سونے کے زیورات
جدید ترین ڈیزائنوں کے علاوہ سنگاپور، دبئی اور ڈائمنڈ کی ورائٹی بھی ارزاں نرخوں میں دستیاب ہے
1-Gold Palace, Defence Chowk, Main Boulevard, Defence Society, Lahore Cantt.
Dulhan Jewellers
پروپرائٹر: قدیر احمد حفیظ احمد
TEL:042-6684032 Mob:0300-9491442

سی پی ایل نمبر 29

بلال فری ہومیو پیتھک ڈسپنسری
زیر سرپرستی: محمد اشرف بلال
اوقات کار:
موسم گرما: صبح 9 بجے تا 5 بجے شام
وقفہ: 1 بجے تا 2 بجے دوپہر
ناغہ بروز اتوار

مردوں کیلئے مؤثر دوا
پیکنگ رعایتی قیمت
Rs.100/- 20ml GHP 444/GH
Rs. 100/- 20ml GHP 555/GH
دونوں دوائیاں ملا کر کم از کم دو ماہ استعمال کریں
ایک ماہ کی دوائی بمع ڈاک خرچ -/1000 روپے
عزیز ہومیو پیتھک